Vol.5 No.1 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

مضامین پطرس کا موضوعاتی اور اسلوبی تنوع

ڈاکٹر عبدالواجد تبسم

اسسٹنٹ پروفیسر اردو شعبہ پاکستانی زبانیں

علامہ اقبال اوپن یونیورسٹی اسلام آباد

ڈاکٹر شائستہ حمید خان

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو

جی سی یونیورسٹی، لاہور

ڈاکٹر عائشہ سلیم

اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ اردو

جی سی یونیورسٹی، لاہور

Abstract

Patras Bokhari is a Renown humorous essayist of Urdu literature. He wrote different genres of Urdu literature but became famous due to his humorous writings. He started writing during his student days at Govt Collage Lahore. His essays first published in "Ravi", the esteemed journal of Govt Collage and later published in 1930 as "Mazameen e Patras" from "Dar ul Ishaat Lahore". The popularity he gained after the publications stands the test of time. The readers still enjoy reading him. This article is the critical study of theme and style of his essays.

.

پطرس اردو کے صاحب طرز مزاح نگار ہیں۔ انھوں نے اردو شعر و ادب کی متعدد اصناف پر طبع آزمائی کی مگر انھیں شہرت دوام مزاح کی بدولت حاصل ہوئی۔ پطرس نے مزاحیہ مضمون نگاری کا آغاز گورنمنٹ کالج لاہور میں اپنے زمانہِ طالب علمی میں کیا اور اس دوران میں وہ اس کالج کے میگزین "راوی" کے ایڈیٹر بھی رہے۔ چنانچہ انھوں نے اپنے ابتدائی کچھ مضامین اسی رسالے میں شائع کرائے، بعد ازاں جب ان میں اضافہ ہوا تو یہ پہلی بار ۱۹۳۰ء میں دارالاشاعت پنجاب لاہور سے مجموعے کی صورت میں سامنے آئے۔ یہ دس مضامین کا مجموعہ ہے اور اس میں باقی دستیاب مجموعوں میں ، موجود مضمون "لاہور کا جغرافیہ" شامل نہیں البتہ اس مجموعے کی طبع سوم جو ۱۹۳۹ء میں حالی پبلشنگ ہاؤس "کتاب گھر" دہلی سے شائع ہوئی میں موجود ہے، قرین قیاس ہے کہ مذکورہ مضمون طبع اول کے بعد لکھا گیا اور بعد کی طباعتوں میں شامل ہوا۔

پطرس بخاری ادبی تخلیقی سرمایہ بہت قلیل ہے جس میں ہمیں دیباچے، انشائیے، ترجمے، نظمیں اور لافانی شہکار "پطرس کے مضامین" نظر آتے ہیں۔ ان کی تحریریں اپنے فکری و فنی معیار کے اعتبار سے کسی طور کم نہیں مگر جو عظمت دوام "پطرس کے مضامین" کو ملی وہ کسی اور کو حاصل نہ ہوئی۔ انھوں نے زیرِ نظر مجموعے میں مزاح نگاری کو اپنی فراستِ طبع، علمی بصیرت اور فنی مہارت سے اس معیار و مقام سے آشنا کیا کہ وہ دوسروں کے لیے نشانِ منزل ٹھہری۔ اس مجموعے کی کل کائنات گیارہ مضامین ہیں

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

جوان کی طالب علمی کے زمانے کی یادگار ہیں اور ایک عرصہ گزر جانے کے باوجود ان کی تروتازگی میں ذرہ برابر فرق نہیں آیا۔ پطرس اس حقیقت سے آشنا تھے کہ کسی بھی تخلیق کی اصل روح اس کی ندرت اور نئے پن میں ہے نہ کہ اس کی مقدار میں۔ چنانچہ ان کا یہ نہایت قلیل سرمایہ کئی بھاری بھر کم کلیات پر حاوی ہے۔

> پطرس بخاری نے انگریزی ادب کی روح کو مشرقی مزاج سے ہم آہنگ کرتے ہوئے اس میں ایک طرح کی نفاست اور رکھ رکھاؤ پیدا کیا ہے اور ہر جگہ مقامیت سے اس کی رنگ آمیزی کی ہے۔ بقولِ رشید احمد صدیقی: "بخاری نے ظرافت کو زمینی و زمانی ہی رکھا اور ائی ولا مکانی بنانے کی فکر میں نہیں پڑے۔"(۱)

پطرس نے مغربی ادب کے اثرات قبول کرنے کے باوجود مشرقی فضا کا اپنے مضامین میں خیال رکھا ہے، اور اس بات کا احساس نہیں ہونے دیا کے وہ انگریزی ادب سے خوشہ چیں ہیں۔(۲)

پطرس بخاری نے اردو مزاح نگاری کی روایت میں نئی طرز اور نئے انداز کی طرح ڈالی۔ مزاح جو ابھی تک ہزل، پھکڑ پن اور زٹل تک محدود تھا میں ایک خوشگوار سنبھلی ہوئی کیفیت پیدا کی اور اس میں مزاح پیدا کرنے والے مغربی ادب سے مستعار تمام عناصر: صورت واقعہ، کردار، موازنہ اور لفظی ہیر پھیر کو داخل کر کے دلکشی پیدا کی اور اسے مشرقی مزاج سے ہم آہنگ کیا۔ بقول رشید صدیقی:

> "انگریزی شعر و ادب پر ان کو جتنا غیر معمولی عبور تھا۔ ہم سب جانتے ہیں لیکن ان کے ذوق و ذہانت کا پورا اندازہ اس وقت ہوتا ہے جب ہم ان کے اردو مضامین میں انگریزی کی وہ جاندار، گوارا، ٹھہری ہوئی اور خوش آئند فضا محسوس کرتے ہیں جو کسی اور کے یہاں نہیں ملتی۔ ان کے توسل سے انگریزی کی جھلک اردو میں دیکھ کر ان کی اردو شناسی اور انگریزی دانی کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔"(۳)

پطرس کا مزاج مشرقی تھا مگر ان کی ذہنی نشوونما میں مغربی تعلیم نے بنیادی کردار ادا کیا۔ انگریزی ادبیات کے وسیع مطالعے اور اس ادب کے اکابرین سے مکالمے نے بھی اُن کی صلاحیتوں کو نکھار اور جلا دی، چنانچہ انھوں نے جو بھی لکھا اس کے نقوش دوامیت کے حامل رہے۔

ان کے مزاح کی دنیا بھی محدود نہیں۔ زندگی کے تمام پہلو ان کے ہاں عکس انداز ہوتے ہیں۔ وہ معاشرے کے پس پردہ مضحک پہلوؤں کو دیکھ لیتے ہیں اور انھیں شگفتگی کا رنگ دے دیتے ہیں۔ اس میں ان کے ہاں ہمدردی کا پہلو غالب ہے۔ اس لیے ان کا مزاح پھکڑ پن اور استہزا نہیں بنتا۔

اس میں کسی قسم کی تصنع یا بناوٹ بھی نہیں ہوتی اور نہ ایسے ہوتا ہے کہ یہ واقعہ اختراع کیا گیا ہے بلکہ ان کی زندہ دلی اور طبیعت کی شگفتگی اس واقعے کو انسانی زندگی کا ایک چلتا پھرتا عکس بنا دیتی ہے۔ ان کا مزاح کسی شعوری کاوش کا نتیجہ نہیں، نہ یہ لطیفوں اور چٹکلوں سے پیدا ہوتا ہے۔ ان کی طباعی اور زندہ دلی نے اس میں گل کھلائے ہیں کیوں کہ مزاح محض جملوں اور فقروں سے پیدا نہیں ہوتا بلکہ یہ زندگی کی ایک مخصوص کیفیت کا نام ہے۔ بقول محمد احسن فاروقی:

> "پطرس کا کام کھیل دکھانا ہے۔ لفظوں کا کھیل، فقروں کا کھیل، چست جملوں کا کھیل۔ وٹ (wit) کا کھیل مگر یہ اس کا خاص کھیل نہیں۔ اس کا کھیل پک کا کھیل ہے۔ موقعوں کا کھیل۔ ڈرامائی حالات کا کھیل۔ ہر مضمون یہی کھیل دکھاتا ہے۔"(۴)

پطرس نے گھسے گھسائے روایتی موضوعات سے مزاح پیدا کیا ہے نہ زندگی کے مضحک پہلوؤں کو دکھانے کی شعوری کوشش۔ وہ معمولی موضوعات کو اپنی طباعی سے غیر معمولی بنا دیتے ہیں اور ان کی طبع رسا طنز و ظرافت کے پہلوؤں کو وہاں بھی دیکھ لیتی ہے کہ جہاں دوسرے کا ذہن آسانی سے نہیں پہنچ سکتا۔ بقول رشید احمد صدیقی:

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"بخاری کی ظرافت بندھے ٹکے تفریحی موضوعات، روائتی کرداروں اور لفظی ہیر پھیر سے بے نیاز ہوتی ہے ہر جگہ، ہر بات میں انھوں نے خوش طبعی اور زندہ دلی کا پہلو نکالا ہے جیسے "صحرا کو مسکرا کے گلستاں بنا دیا ہو "۔(۵)

پطرس اردو کے خالص مزاح نگار ہیں۔ ان کا مزاح تضحیک، تحقیر، استہزا، پھکڑ پن، زٹل، نشتریت اور سوقیانہ پن کے برعکس خوش طبعی، بذلہ سنجی اور لطیف احساسات کا حامل ہے۔ وہ مزاح کے تقریباً تمام حربوں کو بروئے کار لائے ہیں، مگر ان میں مزاحیہ صورت واقعہ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ انھیں کسی بھی واقعہ کو تخلیق کرنے اور پھر اسے بیان کرنے پر قدرت رکھتے ہیں۔ وہ کسی بھی واقعہ کی تمام کڑیوں کو اتنے سلیقے اور قرینے سے مربوط کرتے ہیں کہ ایک دوسرے کا لازمی اور امکانی جز معلوم ہوتا ہے اور تمام واقعات ایک تخلیق کی صورت اختیار کر لیتے ہیں۔ ان کے ہاں عملی مزاح نظر نہیں آتا کیوں کہ عملی مزاح شعوری طور پر سامنے آتا ہے اور اس کی حیثیت پھکڑ پن سے زیادہ نہیں۔ پطرس نے اردو مزاح کی اس روایت سے انحراف کرتے ہوئے۔ ان کا مزاح مزاحیہ صورت واقعہ سے تشکیل پاتا ہے۔ پطرس کے ہاں اس کا آغاز کتاب کے دیباچے ہی سے ہو جاتا ہے:

"اگر یہ کتاب آپ کو کسی نے مفت بھیجی ہے تو مجھ پر احسان کیا ہے۔ اگر آپ نے کہیں سے چرائی ہے تو میں آپ کے ذوق کی داد دیتا ہوں۔ اپنے پیسوں سے خریدی ہے تو مجھے آپ سے ہمدردی ہے۔ اب بہتر یہی ہے کہ آپ اس کتاب کو اچھا سمجھ کر اپنی حماقت کو حق بجانب ثابت کریں۔("پطرس کے مضامین، ص۵)

یہ دیباچہ ساری کتاب سے زیادہ دلچسپ ہے۔ اس کی بے ساختگی، ایجاز و بلاغت، جامعیت اور لطیف طنز لاجواب ہے۔ کتاب سازی، کتاب خوانی اور کتاب کے حوالے سے جو معاشرتی رویے ہمارے سامنے ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ پطرس نے نہایت لطیف انداز میں اسے پیشکر دیا ہے۔

کتاب کا پہلا مضمون "ہاسٹل میں پڑنا" ہے۔ جو زمانہِ طالب علمی کی یادگار ہے۔ پشاور شہر سے دور گورنمنٹ کالج لاہور کی فضاؤں میں انھوں نے اپنی زندگی کے یہ ایام یقیناً ہاسٹل میں گزارے ہوں گے، اس بنا پر وہ ہاسٹل میں رہنے والے طلبہ کی نفسیات سے خوب واقف تھے۔ مضمون کی ابتدا میں دیہات میں بسنے والے ایک ایسے گھرانے کا منظر کھینچا گیا ہے، جو بظاہر روشن دماغ ہے اور بیٹے کو اعلیٰ تعلیم دلوانا چاہتا ہے مگر پرانی وضع پر قائم ہے کہ بیٹے کو تعلیم تو دلوائی جائے مگر ہاسٹل میں داخل نہ کیا جائے کیوں کہ ہاسٹل تمام برائیوں کی آماج گاہ ہے۔ دوسری طرف بیٹا اعلیٰ تعلیم کے لیے ولایت جانا چاہتا ہے مگر اس کی یہ خواہش یکسر رد کر دی جاتی ہے اور پھر ایک باہمی گھریلو مشاورت میں اسے لاہور میں پڑھنے کی اجازت مل جاتی ہے مگر رہنے کے لیے اس کے رشتہ داروں میں کسی ماموں کو تلاش کر لیا جاتا ہے۔ بیٹے میں آزادی کے ساتھ رہنے، اٹھنے بیٹھنے، گھومنے پھرنے اور سینما دیکھنے کی جو خواہشات تھیں وہ دب گئیں مگر وہ جب بھی گھر لوٹتا تو والد کو ہاسٹل کے فوائد گنواتا مگر اس کی ایک نہ سنی جاتی، ہر بار کے اصرار اور منصوبہ بندی سے اس نے بالآخر گھر والوں کو قائل کر لیا اور اسے ہاسٹل میں رہنے کی اجازت مل گئی۔ اس کی یہ آزادی اسی لمحے ختم ہو جاتی ہے کہ جب یونیورسٹی والے اسے پاس کر دیتے ہیں۔ بقول پطرس:

"یونیورسٹی والوں کی حماقت ملاحظہ فرمایئے کہ ہمیں پاس کر کے اپنی آمدنی کا ایک مستقل ذریعہ ہاتھ سے گنوا بیٹھے۔("ہاسٹل میں پڑنا، ص۱۳)

پطرس نے اس مضمون میں ایک دیہاتی طالب علم کی نفسیات کا جس انداز میں خاکہ کھینچا ہے وہ لاجواب ہے۔ پھر اس میں جزئیات نگاری بھی کمال کی ہے۔ تمام واقعہ بے ساختگی سے آگے بڑھتا ہے۔ زیر نظر مضمون کا طالب علم کالج میں رہ کر مسلسل فیل ہونے کے بعد اتنا تجربہ کار ہو گیا ہے کہ ہاسٹل میں رہنے پر والد کو قائل کر لیا ہے۔ یہ کردار ایک فطری انداز میں پروان چڑھتا ہے اور مسلسل مائل بہ ارتقا رہتا ہے۔ سویرے جو کل آنکھ میری کھلی" میں انھوں نے ہاسٹل میں مقیم طالب علم کی نفسیات بیان کی ہے

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

جو ہاسٹل کی آزادانہ زندگی سے بھرپور لطف اٹھا رہا ہے مگر ایک دن راہ چلتے چلتے اپنے پڑوسی سے کہہ بیٹھتا ہے کہ امتحان کے دن چونکہ قریب آتے جاتے ہیں لہٰذا اسے بھی صبح سویرے اٹھا دیا جائے۔ اس کے بعد رونما ہونے والے واقعات کو تسلسل اور کمال سے بیان کیا گیا ہے اور جس انداز سے ان کی واقعاتی تصویر کشی کی گئی ہے اس کی مثال نہیں ملتی۔ دوسرے دن علی الصبح ان کے دروازے پر مُکابازی شروع ہو جاتی ہے۔

پرانی عادات اتنی آسانی سے نہیں جاتیں، دوسرے جو آزادی سے رہنے کا عادی ہو اسے پابند نہیں کیا جا سکتا۔ چنانچہ اس مضمون کے کردار نے سارا سال ایسے ہی گزار دیا۔ اب جب اسے تین بجے اٹھا دیا جاتا ہے تو وہ اس پر کاربند نہیں ہو سکتا پھر اس کے بعد چھے بجے کے وقت کا تعین کیا جاتا ہے مگر یہ بھی اس کی طبع نازک کے لیے گراں گزرتا ہے اور کوفت کا باعث ہوتا ہے اور طالب علم کی منصوبہ بندی دھری کی دھری رہ جاتی ہے۔ بقول پطرس:

"اب یہی ہمارا روزمرہ کا معمول ہو گیا ہے۔ جاگنا نمبر ایک چھے بجے۔ جاگنا نمبر دو دس بجے۔ اس دوران میں لالہ جی آواز دیں تو نماز۔" (ایضاً، ص ۵۴)

پطرس محض مزاح نگار ہی نہیں بلکہ اعلیٰ درجے کے انشا پرداز بھی ہیں:

"جب دل مرحوم ایک جہان آرزو ہوا کرتا تھا تو یوں جاگنے کی تمنا کرتے تھے کہ ہمارا فرق ناز محو بالش کم خواب ہو" اور سورج کی پہلی کرنیں ہمارے سیاہ پُر پیچ بالوں پر پڑ رہی ہوں، کمرے میں پھولوں کی بوئے سحری روح افزائیاں کر رہی ہو، نازک اور حسین ہاتھ اپنی خوبصورت انگلیوں سے بربط کے تاروں کو ہلکے ہلکے چھیڑ رہے ہوں، اور عشق میں ڈوبی ہوئی سُریلی اور نازک آواز مسکراتی ہوئی گا رہی ہو۔

"تم جاگو موہن پیارے"

خواب کی سنہری دھند آہستہ آہستہ موسیقی کی لہروں میں تحلیل ہو جائے اور بیداری ایک خوشگوار طلسم کی طرح تاریکی کے باریک نقاب کو خاموشی سے پارہ پارہ کر دے، چہرہ کسی کی نگاہ اشتیاق کی گرمی محسوس کر رہا ہو۔ آنکھیں مسحور ہو کر کھلیں اور چار ہو جائیں، دلاویز تبسم صبح کو اور بھی درخشندہ کر دے اور گیت "سانوری صورت توری من کو بھائی" کے ساتھ ہی شرم و حجاب میں ڈوب جائے۔) "ایضاً، ص ۶۴۔۵۴)

پطرس کا مضمون "کتے" مزاحیہ ادب کا شہکار ہے۔ وہ اس کا کچھ یوں آغاز کرتے ہیں:

"علم الحیوانات کے پروفیسروں سے پوچھا۔ سلوتریوں سے دریافت کیا خود سر کھپاتے رہے۔ لیکن کبھی سمجھ میں نہ آیا کہ آخر کتوں کا کیا فائدہ ہے؟ گائے کو لیجیے۔ دودھ دیتی ہے۔ بکری کو لیجیے دودھ دیتی ہے۔ مینگنیاں بھی۔ یہ کتے کیا کرتے ہیں؟ کہنے لگے کہ کتا وفادار جانور ہے۔ اب جناب وفاداری اگر اسی کا نام ہے کہ شام کے سات بجے سے جو بھونکنا شروع کیا تو لگاتار بغیر دم لیے صبح کے چھے بجے تک بھونکتے چلے گئے تو ہم لنڈورے ہی بھلے۔ ("کتے، ص ۷۴)

کتوں کی نفسیات کو پطرس نے نہایت باریکی سے بیان کیا ہے۔ گلی کے آوارہ کتوں کا رات گئے تک بھونکنا پھر دیسی اور انگریزی کتوں کا موازنہ ملاحظہ ہو:

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"ہم دیسی لوگوں کے کتے بھی کچھ عجیب بد تمیز واقع ہوئے ہیں۔ اکثر تو ان میں ایسے قوم پرست ہیں کہ پتلون کوٹ کو دیکھ کر بھونکنے لگ جاتے ہیں۔("ایضاً، ص ۸۴)

اب انگریزی کتے:

"ہم آگے بڑھے تو اس نے بھی چار قدم آگے بڑھ کر ایک نازک اور پاکیزہ آواز میں پھر "بخ" کر دی چوکیداری کی چوکیداری موسیقی کی موسیقی۔("ایضاً، ص ۹۴)

پطرس نے اپنے اس مضمون میں تقابل سے بھی مضحک صورت حال پیدا کرنے کی کوشش کی ہے:

"بعض اوقات ایسا اتفاق بھی ہوا ہے کہ رات کے دو بجے چھڑی گھماتے تھیٹر سے واپس آ رہے ہیں اور نائک کے کسی نہ کسی گیت کی طرز ذہن میں بٹھانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ چونکہ گیت کے الفاظ یاد نہیں اور نومشقی کا عالم بھی ہے، اس لیے سیٹی پر اکتفا کی ہے، کہ بے سُرے بھی ہو گئے تو کوئی یہی سمجھے گا انگریزی موسیقی ہے۔ اتنے میں ایک موڑ پر سے جو مڑے تو سامنے ایک بکری بندھی تھی، ذرا تصور ملاحظہ ہو۔ آنکھوں نے اُسے بھی کتا دیکھا، ایک تو کتا اور پھر بکری کی جسامت کا گویا بہت ہی کتا۔ بس ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ چھڑی کی گردش دھیمی ہوتے ہوتے ایک نہایت ہی نامعقول زاویے پر ہوا میں کہیں ٹھہر گئی، سیٹی کی موسیقی بھی تھر تھرا کر خاموش ہو گئی، لیکن کیا مجال جو ہماری تھوتھنی کی مخروطی شکل میں ذرا بھی فرق آیا ہو۔ گویا ایک بے آواز لے ابھی تک نکل رہی ہے۔ طب کا مسئلہ ہے کہ ایسے موقعوں پر اگر سردی کے موسم میں بھی پسینہ آ جائے تو کوئی مضائقہ نہیں، بعد میں پھر سوکھ جاتا ہے۔("ایضاً، ص ص ۱۵۔۰۵)

پطرس نے کتوں کی نفسیات، مزاج اور پھر جسانداز سے آوارہ گرد کتوں کی تصویر کشی کی ہے، اس سے بظاہر یہ اندازہ ہوتا کہ وہ شاید کسی حادثے سے گزرے ہیں جس کی بدولت ان کی کتوں سے ایسی ناموافقت ہے ، حالاں کہ ایسا نہیں۔ انھوں نے مضمون کے آخر میں نیکوکار، خدا ترس اور پرہیز گار کتوں کی تعریف اور ان کے خصائص کا نقشا بھی کھینچا ہے مگر کتوں سے ان کی جو طبعی منافرت ہے وہ آخر میں کچھ یوں کھل کر سامنے آتی ہے:

"اگر خدا مجھے کچھ عرصے کے لیے اعلیٰ قسم کے بھونکنے اور کاٹنے کی طاقت عطا فرمائے تو جنون انتقام میرے پاس کافی مقدار میں ہے۔ رفتہ رفتہ سب کتے علاج کے لیے کسولی پہنچ جائیں۔"("کتے، ص ۵۵)

ڈاکٹر عبید اللہ کے مطابق:

انھیں جب احساس ہوا کہ میرے عہد کا شاعر کس طرح اپنے مقام سے گر کر اپنے فن کو نہ صرف ارزاں بلکہ بے مایہ سناتا جا رہا ہے۔ ان کے مشاعروں میں وہ تہذیب و تعلیم اور وہ روایتی انداز باقی نہیں رہا جو کبھی ہماری ثقافت کا مظہر سمجھا جاتا تھا۔ اب تو ہمارے اکثر شاعر نام نہاد فنکار بن کر رہ گئے ہیں اور ان کے اجتماعات میں وہ علم و فن کی فضا مفقود نظر آتی ہے اور ان میں بہیمانہ خصائل عود کر آئے ہیں تو "کتے" کے عنوان سے انھوں نے رمز کے پردہ میں ہلکا سا طنز کر کے چونکانے اور اپنا انسانی مقام پہنچاننے کی دعوت دی ہے۔"(۶)

Vol.5 No.1 2022

ISSN Online: 2709-7625

ISSN Print: 2709-7617

بقولِ کرنل غلام سرور:

"کتوں اور پھر سڑک کے کتوں سے کون نالاں نہیں پھر ان کا بھونکنا کسے نہیں کھلتا؟ مگر اس بھونکنے اور ایک دوسرے کے سُر ملانے کو مشاعرے سے تشبیہ دینا اور اس نفرت خیز حرکت کو اس نفاست سے بیان کرنا ہر شخص کے بس کی بات نہیں۔"(۷)

"اردو کی آخری کتاب" پیروڈی ہے اور اسے نثری حوالے سے اردو زبان کی پہلی پیروڈی کہا جاسکتا ہے کیونکہ اسے پطرس سے پہلے بطور مزاحیہ حربے کے کسی نے نہیں برتا۔ پنجاب کے محکمہ تعلیم نے محمد حسین آزاد سے اردو نصاب کا ایک سلسلہ مرتب کرایا تھا۔ اس کی اولین کتاب کا پہلا سبق "ماں بچے کو گود میں لیے بیٹھی ہے" تھا۔ اس بنا پر یہ کتاب "ماں بچوں کی کتاب" کے نام سے مشہور ہو گئی۔ اس کتابی سلسلے کو بھی اس نام سے معروف کر دیا گیا۔ پطرس نے اس کی پیروڈی کر کے مزاح پیدا کیا ہے۔۔ پطرس کی دوسری پیروڈی "لاہور کا جغرافیہ" ہے۔ اول الذکر میں پطرس نے محمد حسین آزاد کی کتاب کے اصل متن، اس کے نحو اور صیغوں کو برقرار رکھتے ہوئے انھیں نیا لسانی سیاق دیا ہے جس سے مضحک صورت حال پیدا ہوئی ہے آخر الذکر میں جغرافیہ لکھنے کے انداز کا بہت حد تک مذاق اُڑایا گیا ہے۔

پیروڈی کسی بھی کلام کے لفظیات کی نقالی ہے، جس سے اصل کی صورت مضحک ہوتی ہے اور مزاح کا عنصر جنم لیتا ہے۔ پیروڈی تفریحِ طبع یا معاصر ادیبوں کی بے اعتدالیوں کو روکنے کے لیے بطور حربہ کے برتا جاتا ہے۔ اسے مزاح نگار بھی برتتا ہے اور طنز نگار بھی۔ مزاح نگار کا مقصد اس سے مزاح کی تخلیق ہے جبکہ طنز نگار اس کے ذریعے معاشرتی ناہمواریوں کو ہدفِ تنقید بناتا ہے۔ پطرس نے پیروڈی کو ہر دو حوالوں سے اپنی تحریروں میں برتا ہے۔ بقولِ وزیر آغا:

"پطرس کی اس تحریف کی خاص خوبی یہ بھی ہے کہ اس کے پیشِ نظر کوئی سنجیدہ مقصد نہیں اور نہ یہ طنز کی جراٴت سے قوت اور استحکام حاصل کرتی ہے۔ اس کی ساری کامیابی اس آسودگی کے احساس میں ہے جو ہلکے پھلکے مزاحیہ نکتوں کی مدد سے پیدا ہوتا ہے.... چنانچہ تصویر کا دوسرا رخ دکھانے، کرداروں کا مذاق اڑانے اور بات کی بلند سطح کو حقائق کی پست سطح سے ملانے میں پطرس نے ایک ایسا ہمدردانہ اندازِ نظر اختیار کیا ہے کہ ناظر کے دل میں اصل سے نفرت کا جذبہ بیدار نہیں ہوتا بلکہ وہ اصل سے محظوظ ہونے لگتا ہے۔"(۸)

پطرس نے اس مجموعے میں بعض جگہ اشعار کی تحریف بھی کی ہے۔ مثلاً:

کہوں کس سے میں کہ کیا ہے سگِ رہ بری بلا ہے

مجھے کیا برا تھا مرنا اگر ایک بار ہوتا

(کتے، ص۱۵)

"میں ایک میاں ہوں" خالصتاً مزاحیہ مضمون ہے۔ مضمون کا آغاز کچھ یوں ہوتا ہے:

"میں ایک میاں ہوں، مطیع و فرمانبردار، اپنی بیوی روشن آرا کو اپنی زندگی کی ہر ایک بات سے آگاہ رکھنا اصولِ زندگی سمجھتا ہوں اور ہمیشہ سے اس پر کاربند رہا ہوں۔ خدا میرا انجام بخیر کرے۔"

(میں ایک میاں ہوں، ص۰۶)

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

اس مضمون میں پطرس نے ایک بنیادی انسانی فطرت کی عکاسی کی ہے۔ جب ایک مجرد رشتہ ازدواج میں منسلک ہوتا ہے تو ، اپنی زندگی میں ایک خوشگوار تبدیلی محسوس کرتا ہے اور وہ اپنے دوست احباب سے دور ہو جاتا ہے۔ بیوی بھی اس کے پسندیدہ دوستوں سے چڑ نے لگتی ہے۔ گزرتے وقت کے ساتھ اس میں تبدیلی آتی ہے اور انسان پرانی ڈگر پر لوٹنا چاہتا ہے۔ آزادی سے گھومنا، احباب کی محفلیں جمانا، آوارہ گردی کرنا، زندگی کے شب و روز کو مرضی سے بسر کرنا وغیرہ شادی کے بعد ایسے لمحات اسی وقت میسر آتے ہیں کہ جب بیوی میکے گئی ہو۔ زیرِ نظر مضمون کا کردار بیوی روشن آرا کے میکے جانے کے بعد کچھ اسی طرح کی محفل سجاتا ہے اور تاش کے کھیل میں چور بن جانے کے بعد بطور سزا کے جب کاغذ کی لمبوتری نوک دار ٹوپی پہن کر حقے کی چلم بھرنے جاتا ہے تو باہر کا دروازہ کھلتا ہے اور بیوی گھر میں داخل ہوتی ہے۔ اس موقع پر پطرس نے جس انداز سے مضمون کا خاتمہ کیا ہے وہ قابلِ رشک ہے:

> "دم خشک ہو گیا۔ بدن پر ایک لرزہ سا طاری ہو گیا۔ زبان بند ہو گئی۔ سامنے وہ روشن آرا جس کو میں نے تار دے کر بلایا تھا کہ "تم فوراً آ جاؤ، میں بہت اداس ہوں" اور اپنی یہ حالت کہ منہ پر سیاہی ملی ہے، سر پر وہ لمبوتری کاغذ کی ٹوپی پہن رکھی ہے، اور ہاتھ میں چلم اٹھائے کھڑے ہیں، اور مردانے سے قہقہوں کا شور برابر آ رہا ہے۔ روح منجمد ہو گئی اور تمام حواس نے جواب دے دیا، روشن آرا کچھ دیر تو چپکی کھڑی دیکھتی رہی اور پھر کہنے لگی۔ لیکن میں کیا بتاؤں کہ کیا؟ کہنے لگی اس کی آواز تو میرے کانوں تک جیسے بے ہوشی کے عالم میں پہنچ رہی تھی۔ ("میں ایک میاں ہوں، ص ۳۷)

"مرید پور کے پیر" کا کردار لیڈر بننے کا بے حد شوق رکھتا ہے۔ یہ کردار عملی زندگی سے دور ایک متوازن کیفیت میں رہتا ہے مگر جب عملی زندگی کے خارزاروں سے الجھتا ہے تو مضحک صورتِ حال جنم لیتی ہے اور اس سے ایک کامیاب صورت واقعہ ہمارے سامنے آتی ہے۔ پطرس نے اس صورت واقعہ کو پیدا کرنے میں فنکارانہ چابکدستی سے کام لیا ہے۔

" انجام بخیر" مزاحیہ مضمون کے پردے میں ایک یک بابی ڈراما ہے۔ مصنف نے استاد کے کردار کو خوب نبھایا ہے اور دوسرے انسان کے پس پردہ ہوس کو کمال فنکاری سے منظر عام پر لائے ہیں۔

"سینما کے عشق" میں مصنف نے اپنے سینما دیکھنے کے حد سے بڑھے ہوئے شوق و اضطراب اور پھر مرزا جیسے کردار کی ناہمواریوں سے واقعہ نگاری کا شہکار پیش کیا ہے۔ مرزا اپنی کاہلی اور سست روی سے سینما اکثر دیر سے پہنچتے ہیں اور اس کی وجہ سے فلم کا اچھا خاصا حصہ گزر چکا ہوتا ہے۔ پھر سینما میں مناسب نشست ڈھونڈنے سے جو صورت حال پیدا ہوتی ہے نے مزاح کو تحریک دی ہے۔ اس میں مصنف کی شعوری کاوش نظر نہیں آتی۔ بقول تمکین کاظمی:

> "یہ مضمون اپنی روانی، تسلسل اور زور کے لحاظ سے بڑا ہی یکساں، تیکھا اور مزے دار ہے۔ اس میں انسانی جھنجھلاہٹ کے سارے پہلو نمایاں کیے گئے ہیں اور سینما دیکھنے والوں کی حرکات پر بڑا ہی لطیف طنز کیا گیا ہے۔ یہ طنز جتنا گہرا ہے اتنا ہی لطیف اور اسی قدر واقعاتی بھی جسے لوگ صرف واقعات کا اظہار سمجھ کر بھی پڑھ لیتے ہیں اور صاحبانِ بصیرت اس سے عبرت بھی حاصل کرتے ہیں اور اہلِ دل اس کے طنز سے لطف اٹھاتے ہیں۔" (۹)

"میبل اور میں" کا قصہ خود فریبی اور خود ستائشی کا قصہ ہے جس میں مرد و زن کے فطرت کے تضاد کو بڑی خوبصورتی سے ابھارا ہے۔

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"مرحوم کی یاد میں" زیر نظر مجموعے کا دوسرا اہم شہکار ہے۔اس میں مزاحیہ صورت واقعہ کو کام میں لاتے ہوئے دو کرداروں سے مکالماتی انداز میں بائیسکل کی خرید وفروخت کے تمام مراحل کو نہایت فنکاری سے طے کروایا گیا ہے، پھر مصنف نے پرانی سائیکل کی جو حالت بیان کی ہے، قابل رشک ہے۔ مصنف کا اس پر سوار ہونا اور مختلف طرح کی صورت حال دوچار ہونے کے بعد اسے دریابُرد کر دینے کے مناظر اور واقعات حقیقی تصویر کشی کرتے ہیں اور مزاح کی تحریک میں بنیادی کردار ادا کر رہے، ہیں۔بقول تمکین کاظمی:

> "اس مضمون میں پطرس نے سماجیات، ثقافت، تہذیب، تمدن، روزمرہ زندگی اور فطرت انسانی کے بڑے بڑے نکتے حل کر دیئے ہیں۔ تمہید میں لکھا ہے "جب دوستی پرانی ہو جائے تو گفتگو کی چنداں ضرورت نہیں رہتی اور دوست ایک دوسرے کی خاموشی سے بھی لطف اندوز ہو سکتے ہیں" دیکھئے نفسیات کا کتنا پیچیدہ مسئلہ اس نکتے نے حل کر دیا۔"(۱۰)

اس مضمون میں بھی ہمیں حسب معمول مصنف کی تحریروں کا بے ساختہ پن نظر آتا ہے۔ مضمون کا کردار اپنی معصومیت کی بدولت جن ناہمواریوں سے دوچار ہوتا ہے، وہ فطرت کے عین مطابق ہیں اور اس میں ہمیں شعوری مزاح کی طرف پیش قدمی نظر نہیں آتی اور نہ ہی مزاح کسی تحریک کا نتیجہ نظر آتا ہے بلکہ کردار اپنی فطری کمزوریوں کی بدولت واقعات کے فطری ارتقا میں اپنا کردار ادا کر رہا ہے۔بقول وزیر آغا:

> "مرزا صاحب اپنی فطرت کے ہاتھوں مجبور ہیں کہ خرید و فروخت کے معاملے میں اپنی روایتی منافع پرستی کے رجحان کو بروئے کار لائیں اور اس کے پردے میں چھپا ہوا کردار اپنی معصومیت کے حصار میں اس درجہ قید ہے کہ دوسروں کی باتوں پر بغیر سوچے سمجھے ایمان لے آنا اس کی عادت بن چکی ہے۔ چنانچہ یہ کردار عام انسانی لچک سے محروم ہونے کے باعث کسی نئی صورت حال سے یکایک ہم آہنگ نہیں ہو سکتا اور ایک سیدھی لکیر پر بے تحاشا بڑھتا چلا جاتا ہے۔ پس جو صورت واقعہ وجود میں آتی ہے نہ تو مرزا صاحب کے کسی عملی مذاق کا نتیجہ ہے اور نہ "میں" کے مسخرہ پن کا۔"(۱۱)

پطرس کا زندگی کی ناہمواریوں کا مشاہدہ عمیق اور اس سے متعلق طرز عمل ہمدردانہ اور فن کارانہ ہے۔انھیں بحیثیت انشاء پرداز کے ایسا ملکہ حاصل تھا کہ وہ زندگی کے تمام پہلوؤں کی یکساں مہارت سے نقاب کشائی کر سکتے تھے مگر انھوں نے چند کا انتخاب کیا اور انھیں صفحۂ قرطاس کی رونق بنایا مگر اس جز سے کل کی نمایندگی نظر آتی اور زندگی کے تمام خوشگوار رنگ ہمارے سامنے آجاتے ہیں۔انگریزی ادبیات سے خوشہ چینی اور اس کے مزاحیہ ادب کے تمام حربوں کو اردو مزاح میں برتنے کے باوجود انھوں نے اپنا رنگ ڈھنگ جو ان کی خوش طبعی اور ظرافت کی بدولت پروان چڑھتا ہے برقرار رکھا ہے۔بقول رشید احمد صدیقی :

> "ظرافت نگاری میں پطرس کا ہمسر ان کے ہم عصروں میں کوئی نہیں۔طنز و ظرافت آسانی سے ہاتھ آجانے والے لیکن پر پیچ اور خطرناک آلے ہیں۔ ہنسی دل لگی یا طعن تشنیع کسے نہیں آتی لیکن بہت کم لوگ یہ جانتے ہیں کہ کب ہنسنا چاہیے، کس پر ہنسنا چاہیے، کتنا ہنسنا چاہیے اور سب سے مشکل یہ کہ کیسے ہنسنا چاہیے.... بخاری ان رموز سے واقف تھے۔"(۱۲)

پطرس بخاری کسی بھی مضحک صورت حال کی تخلیق کا خود بھی حصہ بن جاتے ہیں۔ چنانچہ جب صورت حال ان کی ذات کے لمس سے صفحات کی زینت بنتی ہے تو ایسے محسوس نہیں ہوتا کہ وہ کسی مضحک صورت حال کا ٹھٹھا یا مذاق اڑا رہے ہیں یا عملی مزاح سے دوسروں کو ہنسا رہے ہیں۔اس میں طعن و تشنیع کا پہلو بھی غالب نہیں آتا بلکہ ایک لطیف ظرافت قارئین کو مسحور کر دیتی ہے اور آخر میں صورت واقعہ سے دوچار ہونے والے کردار سے ہمدردی پیدا ہو جاتی ہے اور ایک صحت مندانہ کیفیت پیدا ہونے لگتی ہے کیوں کہ انھیں زندگی، اس کے ماحول اور کرداروں سے انس ہے۔اس لیے وہ خود کو کبھی اس صورت حال سے الگ نہیں کرتے۔بقول وزیر آغا:

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

"پطرس کا مزاح، تخریب، انتقام اور نشتریت سے اس درجہ محفوظ ہے کہ وہ خود پر ہنستے ہوئے بھی توازن، اعتدال اور شخصی وقار کا خاص خیال رکھتا ہے۔ یوں بھی خود پر ہنسنے کے لیے وسیع القلبی کی ضرورت ہے۔"(۱۳)

چنانچہ "ہاسٹل میں پڑنا"، "سویرے جو کل آنکھ میری کھلی"، "کتے"، "میں ایک میاں ہوں"، "مرید پور کا پیر" اور 'میبل اور میں" وہ خود ایک کردار بن جاتے ہیں اور تمام صورت واقعہ کو اپنی ذات کی حدت دیتے ہیں۔ مثلاً:

"یونیورسٹی والوں کی حماقت ملاحظہ فرمایئے کہ ہمیں پاس کر کے اپنی آمدنی کا ایک مستقل ذریعہ ہاتھ سے گنوا بیٹھے۔

("ہاسٹل میں پڑنا، ص۱۳)

"ایک موڑ پر سے جو مڑے تو سامنے ایک بکری بندھی تھی، ذرا تصور ملاحظہ ہو۔ آنکھوں نے اسے بھی کتا دیکھا۔ ایک تو کتا اور پھر بکری کی جسامت کا گویا بہت ہی کتا۔ بس ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ چھڑی کی گردش دھیمی ہوتے ہوتے ایک نہایت ہی نامعقول زاویے پر ہوا میں کہیں ٹھہر گئی۔ سیٹی کی موسیقی بھی تھرتھرا کر خاموش ہو گئی لیکن مجال جو ہماری تھوتھنی کی مخروطی شکل میں ذرا بھی فرق آیا ہو۔("کتے، ص۱۵)

"میں تو سینما کے معاملے میں اوائل عمر ہی سے بزرگوں کا مورد عتاب رہ چکا ہوں لیکن آج کل ہمارے دوست مرزا صاحب کی مہربانیوں کی طفیل سینما گویا میری ایک دکھتی ہوئی رگ بن کر رہ گیا ہے۔ "

(سینما کا عشق، ص۱۰۷)

پطرس کے اس انداز نے مزاح کے تاثر کو دو آتشہ کیا ہے۔ وہ خود کو بھی مزاح کا نشانہ بناتے ہیں جو عالی ظرفی کی علامت ہے۔ اس رویے سے ان کے مزاح میں زہرناکی، طعن و تشنیع اور تحقیر کی بجائے خالص مزاح پیدا ہوا ہے۔

پطرس نے مزاح کی تخلیق میں مزاحیہ کرداروں کو بھی بروئے کار لایا ہے۔ ان کے ہاں کوئی ایسا بھرپور مزاحیہ کردار نہیں، البتہ "میں" کی تکرار اور ان کے ہم زاد "مرزا صاحب" کے کردار کی صورت میں یہ کمی بہت حد تک پوری ہو گئی ہے۔ مضامین میں "میں" کی تکرار ہے مگر جب مضحک کیفیت کو دوچند کرنے کی ضرورت ہوتی ہے تو "مرزا صاحب کا کردار سامنے آ جاتا ہے۔ "میں ایک میاں ہوں" اور "مرحوم کی یاد میں" مرزا کے کردار نے مزاحیہ صورت واقعہ کو پیدا کیا ہے۔ علاوہ ازیں "میں" کا کردار مختلف مضامین میں اپنی کرداری ضروریات کے تحت مختلف روپ میں سامنے آیا ہے۔ "ہاسٹل میں پڑنا" اور "سوے رے جو کل آنکھ کھلی میں" میں ایک طالب علم "مرید پور کا پیر" میں ایک لیڈر، "میں ایک میاں ہوں" میں ایک خاوند جبکہ مضمون "کتے" میں ایک کتوں سے ڈرے، سہمے، خوفزدہ شخص کے روپ میں سامنے آیا ہے۔

پطرس کا اسلوب انفرادیت کا حامل ہے۔ وہ اعلیٰ درجے کے نثر نگار اور شاعر تھے۔ اگرچہ ان کی شاعری کے نمونے اس طرح سے سامنے نہیں آ سکے البتہ زیر نظر مضامین میں ان کے ہاں شاعرانہ وسائل سے بھرپور کام لیا گیا ہے۔ لفظیات کے انتخاب، قوافی کے التزام، تشبیہات اور تلمیحات کے استعمال اور ضرب الامثال کے ورتارے نے ان کی نثری تحریروں میں ایجاز و اختصار کے ساتھ ساتھ شاعرانہ رنگ بھی پیدا کیا ہے:

"ہم نے کالج میں تعلیم تو ضرور پائی اور رفتہ رفتہ بی اے بھی پاس کر لیا۔ "

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

(ہاسٹل میں پڑنا، ص۷)

"صراحی پر رکھا ہوا گلاس جلترنگ کی طرح بجنے لگا اور دیوار پر لٹکا ہوا کلنڈر پنڈولم کی طرح ہلنے لگا۔"

(سویرے جو کل آنکھ میری کھلی، ص۳۲)

"یہ سوئے ہوئے کو جگا رہے ہیں یا مردے کو جلا رہے ہیں۔

(ایضاً، ص۴۳)

ان کے بعض جملے بھی ضرب الامثال کی صورت اختیار کر گئے ہیں:

"بھونکتے ہوئے کتے کاٹا نہیں کرتے یہ بجا سہی لیکن کون جانتا ہے کہ ایک بھونکتا ہوا کتا کب بھونکنا بند کر دے اور کاٹنا شروع کر دے۔" ("کتے، ص۵۵)

"جب دوستی بہت پرانی ہو جائے تو گفتگو کی چنداں ضرورت باقی نہیں رہتی اور دوست ایک دوسرے کی خاموشی سے بھی لطف اندوز ہو سکتے ہیں۔" ("مرحوم کی یاد میں، ص۶۲۱)

"علم بڑی نعمت ہے۔ لہٰذا اے میرے فرزندو۔ اس انبار سے چند ضخیم کتابیں، انتخاب کر لو اور ان کو ایک دوسرے کے اوپر چن کر ان پر بیٹھ جاؤ۔ علم ہی تم لوگوں کا اوڑھنا اور علم ہی تم لوگوں کا بچھونا ہونا چاہیے۔ ("انجام بخیر، ص۶۹)

مضامین پطرس میں مرقع نگاری بھی نظر آتی ہے۔ ان کے مرقعے جامد و ساکت نہیں بلکہ متحرک نظر آتے ہیں۔ انھیں کسی بھی صورت واقعہ کی منظر کشی میں کمال حاصل ہے۔ انھوں نے زندگی کا بنظر غائر جائزہ لیا اور اس کی ناہمواریاں اور بے اعتدالیاں ان کی باریک بینی سے نظر نہ بچا سکیں۔ انھوں نے اپنے ارد گرد کے ماحول اور اس میں مختلف النوع کرداروں کو دیکھا اور ان سے سرزد ہونے والی حرکات کا عمیق مشاہدہ کیا اور زندگی کی حقیقی اور واقعاتی تصویر کشی کی جس میں زندگی مختلف صورتوں میں عکس فگن ہے:

"پچھلا پہیہ گھومنے کے علاوہ جھومتا بھی تھا یعنی ایک تو آگے کو چلتا تھا اور اس کے علاوہ دائیں سے بائیں اور بائیں سے دائیں کو بھی حرکت کرتا تھا۔ چنانچہ سڑک پر جو نشان پڑتا جاتا تھا اس کو دیکھ کر ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی مخمور سانپ لہرا کر نکل گیا ہے۔ ("مرحوم کی یاد میں، ص۳۴۱)

پطرس اردو مزاح کی روایت کا درخشاں ستارہ تھے۔ انھوں نے "پطرس کے مضامین" کی صورت میں نہایت قلیل سرمایہ چھوڑا، مگر اس نے مزاح کی روایت کو نئے امکانات سے روشناس کرایا۔ ان کے ان مضامین نے اردو ادب میں خوش طبعی، بذلہ سنجی اور ظرافت کی جو مثال قائم کی ہے اس سے گلشن ادب سدا مہکتا رہے گا۔ اگرچہ بہت سوں نے اسے اپنانے کی کوشش کی مگر ان جیسا کوئی ہو نہ ہو سکے گا

حوالہ جات

۱۔ رشید احمد صدیقی، کیا تیرا بگڑتا جو نہ مرتا کوئی دن اور، مضمون مشمولہ نقوش، پطرس نمبر، مرتب محمد طفیل، ۱۹۵۹ء ص۴۷

Vol.5 No.1 2022
ISSN Online: 2709-7625
ISSN Print: 2709-7617

۲۔ وزیر آغا،ڈاکٹر،اردو ادب میں طنز و مزاح، لاہور، مکتبہ عالیہ، طبع یازدہم، ۲۰۰۷ء، ص ۱۹۳

۳۔ رشید احمد صدیقی، کیا تیرا بگڑ تا جو نہ مرتا کوئی دن اور، مضمون مشمولہ نقوش، پطرس نمبر، ص ۵۰

۴۔ محمد احسن فاروقی، پطرس بحیثیت مزاح نگار، مضمون مشمولہ نقوش، پطرس بخاری نمبر، ص ۱۳۱

۵۔ کیا تیرا بگڑ تا جو نہ مرتا کوئی دن اور، مضمون مشمولہ نقوش، پطرس نمبر، ص ۴۷

۶۔ عبید اللہ،ڈاکٹر، ابتدائیہ پطرس کے مضامین، لاہور، مطبوعات شیخ غلام علی، س ن، ص ۳

۷۔ غلام سرور، کرنل، پطرس ایک مطالعہ، راولپنڈی، مطبوعات حرمت، طبع اول، ۱۹۸۱ء، ص ۴۰

۸۔ وزیر آغا،ڈاکٹر، پطرس کی تحریف نگاری، مضمون مشمولہ نقوش، پطرس نمبر، ص ۱۵۹

۹۔ تمکین کاظمی، مضامین پطرس کا مطالعہ، مضمون مشمولہ نقوش، پطرس نمبر، ص ۱۵۲

۱۰۔ مضامین پطرس کا مطالعہ، نقوش، پطرس نمبر، ص ۱۵۳

۱۱ وزیر آغا،ڈاکٹر، مقدمہ پطرس کے مضامین، ۱۹۹۴، ص ۱۰۔۹

۱۲۔ کیا تیرا بگڑ تا جو نہ مرتا کوئی دن اور، مشمولہ نقوش، پطرس نمبر، ص ۴۶

۱۳۔ وزیر آغا،ڈاکٹر، مقدمہ پطرس کے مضامین، ص ۷